شیخ حبیب الرحمٰن بٹالوی

موت کے سائے

"قبر کے چوکھٹے خالی ہیں انہیں مت بھولو!
جانے کب کون سی تصویر لگا دی جائے"

فروری کی ایک شام کا ذکر ہے میں بھاگم بھاگ گھر پہنچا کہ کھانا کھا کر ایک دوست کے ہاں جانا تھا۔ بیوی نے کہا۔ "ہمسائے میں جوان آدمی مر گیا ہے۔ مغرب کے بعد جنازہ ہے۔"

میرے گھر کے بائیں طرف چار کوارٹر نما مکان ہیں۔ جن کے مکین اکثر بدلتے رہتے ہیں۔ ان میں سے ایک میں ابھی ایک مہینہ پہلے نئے کرایہ دار آئے تھے۔ میاں بیوی اور تین چھوٹے چھوٹے بچے۔۔۔۔۔۔ میاں رکشہ چلا کر گھر کا گزارہ پورا کرتا۔ گھر میں جیسی تیسی غربت میں بھی سکون کے ساتھ گزر رہی تھی۔ کہ ایک دن دوپہر کے وقت موت کا بلاوا آگیا۔ دل کا دورہ جان لیوا ثابت ہوا۔ اچھا بھلا گھر ماتم کدہ بن گیا۔ چھوٹے چھوٹے بچے بلک رہے تھے۔ رو رہے تھے۔ "ابا، ابا" کر رہے تھے مگر جواب دینے والا بہت دُور جا چکا تھا اور۔

"جاتے ہوئے چہرے تو دیکھے ان غم دیدہ آنکھوں نے
آج تلک پیغام نہ آیا روٹھ کے جانے والوں کا!"

بیوی نے بتایا کہ گھر کی فضا میں ایک اُداسی اور ماحول میں ایک وحشت ہے۔ مرحوم کی بیوہ کو کوئی ہوش نہیں۔ سر پہ دوپٹہ ہے نہ بچوں کا خیال۔۔۔۔ عورتیں اس کے بچے اس کے سامنے کرتی ہیں۔ انہیں پہچانتی تک نہیں۔ جنازے پہ بیٹھی ہاتھ مل رہی ہے اور اپنی زبان میں ایک ہی بات کہے جاتی ہے۔ "کائی شے نئیں بچی" "کائی شے نئیں بچی"۔ (کوئی چیز نہیں بچی۔ کوئی چیز نہیں بچی)

اللہ بے نیاز ہے۔۔۔۔ بے پرواہ ہے۔۔۔ وہ مالک ہے اور کھیتی کا مالک بہتر جانتا ہے۔ کون سا پودا پہلے کاٹنا ہے اور کون سا بعد میں۔۔۔ وہ جو چاہے کرے اسے کوئی نہیں پوچھ سکتا وہ سب سے پوچھ سکتا ہے۔۔۔۔!

اسی نے ہمیں بتایا ہے۔ کہ یہ دنیا ایک امتحان گاہ ہے۔ ایک آزمائش ہے۔ اور اس سے صرف ایک مقررہ مدت تک فائدہ اٹھانا ہے اور ہمیشہ کی زندگی آخرت کی زندگی ہے۔۔۔ اور۔۔۔۔ کیا تم صرف یہ کہہ کر چھوٹ جاؤ گے کہ "ہم مسلمان ہیں" ۔۔۔ نہیں۔۔۔ بلکہ میں مختلف تکلیفیں دے دے کر تمہیں آزماؤں گا۔ پھر دیکھوں گا۔ تم میں کون اپنے قول کا سچا اور کون جھوٹا ہے۔۔۔۔ موت ہر آدمی کے سر پر ہر وقت منڈلا رہی ہے۔ پتہ نہیں کس وقت کس کو ڈھیر کر دے! کوئی پہلے جا رہا ہے کوئی بعد میں۔۔۔!

ایک جنازہ جا رہا تھا۔ کسی نے ایک بزرگ سے پوچھا "کس کا جنازہ جا رہا ہے؟" اس بزرگ نے جواب دیا۔ "اپنا سمجھ لو یا میرا" کہ ایک دن اسی طرح اسی تابوت میں جنازے کی صورت میں لوگ ہمیں لے جا رہے ہوں گے۔ اور سب سے زیادہ تعجب کی بات یہی ہے کہ ہم روز دوسروں کو مرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ پھر بھی زندگی اس طرح گزارتے ہیں جیسے خود کبھی نہیں مریں گے۔

ایک شخص سڑک پر روتا جا رہا تھا۔ راستے میں ایک بزرگ اُسے ملے۔ اُنہوں نے پوچھا کہ تُو کیوں روتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میرا دوست مر گیا ہے۔ بزرگ بولے۔ "تجھ کو پہلے سوچنا چاہیے تھا مرنے والے کے ساتھ دوستی ہی کیوں کی؟ اُس سے دوستی کر، جو کبھی نہیں مرے گا!"

قبرستان کی طرف دیکھو! کتنے حسینوں کی مٹی خراب ہو رہی ہے--- جہاں نہ کوئی امیر ہے نہ فقیر--- نہ شاہ ہے گدا۔ نہ افسر ہے نہ ماتحت، نہ ملازم ہے نہ آقا--- جہاں نہ کوئی حسین آگاہی ہے نہ صدر بازار ہے---- نہ کوئی انار کلی ہے نہ مال روڈ---- وہاں صرف ایک ہی روڈ ہے۔ جو اعمال وافعال کی راہ سے شروع ہو کر جزاء وسزا کے موڑ پہ ختم ہو جاتی ہے۔

سلطان سنجر قبرستان سے گزر رہا تھا۔ کہ ایک مجذوب کو دیکھا کہ ہر قبر کو بڑے غور سے دیکھ رہا ہے۔ پوچھا--- بابا! کیا دیکھ رہے ہو؟ بولا۔ اس قبرستان میں شاہ و گدا سبھی دفن ہوئے ہیں۔ دیکھ رہا ہوں۔ کیا اب بھی ان میں فرق ہے!

خراسان کے بادشاہوں میں ایک نے سلطان سبکتگین کو خواب میں دیکھا کہ اس کا تمام جسم ریزہ ریزہ ہو چکا تھا لیکن اس کی آنکھیں ابھی تک اپنے حلقوں میں گردش کر رہی تھیں اور باقاعدہ اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھیں۔ تمام عقل منداس خواب کی تعبیر بتانے سے عاجز آ گئے۔ آخر ایک درویش نے اس کی تعبیر بتائی۔ اس نے کہا "اس کی آنکھیں ابھی تک دیکھ رہی ہیں۔ کہ اس کا ملک اب دوسروں کے قبضے میں ہے۔"

یہ آدمی کا جسم کیا ہے جس پہ شیدا ہے جہاں
ایک مٹی کی عمارت ایک مٹی کا مکاں
خون کا گارا بنا اور اینٹ اس میں ہڈیاں
چند سانسوں پہ کھڑا ہے یہ خیالی آسماں
موت کی پُر زور آندھی جس گھڑی ٹکرائے گی
دیکھ لینا یہ عمارت خاک میں مل جائے گی!

علم وادب اور تاریخ وسیرت سے دلچسپی رکھنے والے باذوق قارئین کے مطالعہ کیلئے دو اہم کتابیں'

فدائے احرار، عظیم مجاہد آزادی
مولانا محمد گل شیر شہید
مؤلف، محمد عمر فاروق : قیمت /۱۵۰ روپے

صاحب طرز ادیب، مفکر احرار
چودھری افضل حق رحمہ اللہ کی
نایاب اور اہم کتاب "شعور"
قیمت --- ۳۵ روپے